ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۵ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ
یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء
مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور

(مسلسل)

درس حدیث

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی

دوسرے کی تکلیف کے شبہ سے بچنا

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذْ کُنْتُمْ ثَلَاثَۃً فَلَا یَتَنَاجٰی اِثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰی تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنَّ ذَالِکَ یَحْزُنُہٗ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَ اللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

ترجمہ: اور حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے ۔کہتے ہیں ۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے ۔جب تم لوگ تین آدمی ہو تو بغیر تیسرے کے دو آدمی آپسمیں سرگوشی نہ کیا کریں ۔جب تک کہ تم اور لوگوں میں نہ مل جاؤ۔ اس لئے کہ یہ بات اس کو رنجیدہ کرے گی۔ بخاریؒ و مسلمؒ ۔اور الفاظ مسلم کی حدیث کے ہیں مطلب ایک ہے۔

راوی

عبداللہ نام ابو عبدالرحمٰن کنیت قبیلہ ہذیل سے ہیں قدیم الاسلام بلکہ چھٹے مسلمان ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادموں اور رازداروں میں تھے ۔ ہجرت جبشہ اور تمام غزوات میں شریک رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے جنت کی بشارت بھی دی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میں اپنی امت کے لئے وہی پسند کرتا ہوں ۔ جو ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود پسند کریں اور وہی ناگوار قرار دیتا ہوں جس کو وہ ناگوار قرار دیں ۔عادت ، اخلاق طور طریق اپنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے تھے ۔حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی شروع خلافت میں کوفہ کے قاضی رہے ۔ ۳۲ھ میں باسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی ۔جنت البقیع میں دفن ہیں ۔حضرت عمرؓ ،حضرت عثمانؓ ،حضرت علیؓ اور بہت سے صحابہ و تابعین نے آپ سے حدیثیں حاصل کی ہیں ۔ حنفی مذہب کا زیادہ مدار آپ ہی کی روایات پر ہے۔

حل الفاظ

یَتَنَاجٰی اصل میں تو کسی مشکل کے وقت نجات کی گفتگو اور مشورے کرنا ہے مگر پھر آہستہ آہستہ باتیں کرنے کے لئے آتا ہے یہ باب تفاعل کا مضارع ہے ۔ایک دوسرے سے سرگوشی یعنی آہستہ آہستہ بات کرنا۔

یحزنہ بضم یاو کسرہ زا باب افعال سے اور بفتح یاو ضمہ زا باب نَصَرَ سے بھی متعدی ہی ہے۔

تشریح

تین آدمیوں میں سے دو آدمیوں کو آہستہ آہستہ بغیر تیسرے کے بات کرنے سے منع فرمایا۔ تاکہ اس کو رنج نہ ہو۔ تو معلوم ہوا کہ مسلمان کے رنج و تکلیف کے شبہ کے موقع سے بھی بچنا چاہئے ۔تین کا لفظ بتاتا ہے کہ اگر چار آدمی ہوں تو دو کو آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کرنا جائز ہے کیونکہ اب تیسرا چوتھے سے بات کر سکتا ہے۔

ایک ایسی ہی حدیث عبداللہ بن عمر ابوداؤد سے روایت ہے ۔اس کے آخر میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے شاگرد ابو صالح نے ان سے دریافت کیا اگر چار ہوں تو کیا حکم ہے ۔ فرمایا ۔ پھر مضر نہیں ۔ اور جملہ "جب تک تم لوگوں میں نہ مل جاؤ" سے بھی زائد ہونے میں دو کی سرگوشی کی اجازت ہے ۔یہ رنجیدہ ہونے کا شبہ کیوں ہوتا ہے ۔ اول تو اس لئے کہ اس میں اس کا اکیلا رہ جانا ہے جو اس کے اعزاز کے خلاف ہے کہ یہ نسبت اس کے دوسرے کی مخصوصیت و اعزاز کو ظاہر کرنا ہے ۔ دوسرے یہ شبہ بھی اس کو ہو سکتا ہے کہ مجھے رازداری اور سرگوشی کا اہل نہیں سمجھا ۔یہ بےشکی کا شبہ ہے ۔تیسرے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ شاید اسی کے متعلق کوئی بات کی جا رہی ہے یا اسی کے خلاف کیا جا رہا ہے ۔ ان شبہات سے جو اس کو گرانی و تکلیف ہو سکتی ہے اس سے منع کیا ہے ۔لہٰذا جو بات مسلمان کے رنج و تکلیف کا سبب ہو حدیث سے [illegible] ہوئی یہ تہذیب کا ایک زرّیں اصول ہے مگر اسلامی تہذیب اور حقیقی تہذیب کا ۔امت میں اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ سفر حضر سب جگہ کا یہی حکم ہے گو بعض علماء نے ممانعت کو سفر اور ایسی صورت میں قرار دیا ہے کہ جہاں آدمی کو جان کا خطرہ محسوس ہوتا ہو ۔ اور بعض نے اس حکم کے منسوخ ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے مگر اس پر کوئی دلیل صحیح نہیں ہے ۔اور آیت میں ہے ۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نُھُوْا عَنِ النَّجْوٰی ۔ (سورہ مجادلہ) (کیا آپؐ نے ان لوگوں کی طرف توجہ نہیں کی ۔جو آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنے سے منع کئے گئے تھے) تو یہ ممانعت یہودیوں کو تھی ۔ یہی حضرت مجاہد سے مروی ہے اور ابن ابی خانم کی روایت ہے کہ مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور یہودیوں کے درمیان صلح تھی تو یہودی یہ حرکت کرتے تھے کہ جب ان کے قریب سے کوئی مسلمان صحابی گذرتا تو وہ آپس میں کانا پھوسی کرنے لگتے تھے تاکہ مسلمان یہ گمان کر لے کہ وہ اس کے قتل کا یا کسی اور ناگوار بات کا منصوبہ بنا رہے ہیں ۔ وہ یہ دیکھ کر اندیشہ کرتا اور یہ راستہ چھوڑ دیتا تھا ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو اس سے منع فرمایا ۔ وہ باز نہ آئے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی ۔ اس لئے مسلمانوں کو جب تین سے زائد ہوں آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کرنا جائز ہے ۔تین ہوں تو صرف دو کا ایسا کرنا مسلمان کے رنج ،سُبکی اور شبہات کی وجہ سے منع ہے۔

نہایت ضروری اعلان

کاغذ کی کمیابی اور گرانی کے مدِّنظر اب آپ کو خدام الدین ۱۲ صفحات میں ملا کرے گا ۔حالات ٹھیک ہونے پر انشاء اللہ بدستور ۲۰ صفحات کر دئے جائیں گے۔

"اُب کاہے کوئی میر ڈرے جبکہ ٹھن گئی"

اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (حدیث)

سلامتی کونسل کی قرارداد میں بھارت کو رائے شماری پر مجبور کرنے کی کوئی تجویز پیش نہیں کی گئی

(غازی خدابخش)

وزیر خارجہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے نیویارک روانہ ہونے سے پہلے خدا لگتی بات ببانگ دہل کہہ دی کہ بھارت اور پاکستان میں جنگ کے متعلق سلامتی کونسل کی قرارداد اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہی صورت حال پھر پیدا ہو جائے جو گذشتہ اٹھارہ سال سے موجود تھی۔ اس قرارداد میں کوئی ایسی ٹھوس تجویز نہیں رکھی گئی ہے جس سے بھارت کشمیری عوام کو حق خود ارادیت دینے کے متعلق اقوام متحدہ پر عمل درآمد کرنے کے لئے مجبور ہو سکے۔

اب مسلمانوں کے لئے ایک اور ایک ہی راہ ہے کہ وہ سورۃ انفال میں قانون جنگ کی دفعہ ششم پر عمل کریں۔ اس میں ارشادِ ربانی ہے۔ "اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ شرک کا غلبہ نہ رہنے پائے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے۔ پھر اگر یہ باز آ جائیں تو اللہ ان کے اعمال کو دیکھنے والا ہے" مسلمان قرآنِ حکیم کو ماننے والے ہیں انھوں نے اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں جہاد شروع کیا اللہ تعالےٰ نے ان کی مدد فرمائی اگرچہ ان کے دشمن کے پاس افواج کی اکثریت تھی اور اسلحہ بہت زیادہ تھا لیکن وہ ہر محاذ پر پسپا ہوئے۔ اور بُری طرح ہزیمت اٹھائی نہ صرف جانی نقصان اٹھایا بلکہ بعض جگہ امریکن اسلحہ بھی اپنے ساتھ نہ لے جا سکے۔ جس پر ہمارے مجاہدین نے قبضہ پا لیا۔ یہ محض رحمت الٰہی کی وسعت کا کرشمہ تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے مجاہدین دشمن کے مقابلے میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے ان کی بہت کم تعداد تھی۔ وہ ایسے کامیاب ہوئے کہ ہم میں سے کوئی انہیں مُردہ نہیں کہہ سکتا۔ وہ زندہ ہیں مُردہ کہنے والا ان کی زندگی کا شعور ہی نہیں رکھتا وہ زندہ ہیں انہیں روزی ملتی ہے وہ واقعی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح صف باندھ کر لڑے اللہ انہیں پسند کرتا ہے (صف)

انہوں نے جان اور مال دونوں کی بازی لگائی اور اس سودے میں وہ دردناک عذاب سے نجات پا گئے (الصف) انھوں نے بے شک جنت کو پا لیا (التوبہ) انہوں نے قانون جنگ کی دفعہ اوّل کو خوب سمجھا۔ میدانِ جنگ میں دشمن سے پیٹھ نہ پھیری۔ لڑے اور خوب لڑے سینوں سے بم باندھ کر دشمن کے ٹینکوں کا صفایا کیا۔ مرنا تو سب نے ہے لیکن ان کی موت میں حیات ہے۔ ایڑیاں رگڑتے ہوئے انہوں نے بستر پر موت کو نہیں پایا بلکہ میدانِ جنگ میں دشمن کے مقابلے میں سینہ سپر ہوتے اور جانِ آفریں کو جان دے دی۔

دوسرے مسلمان اس بات پر غور کریں کہ ہمارے وزیر خارجہ نے ایک مرتبہ یہ فرمایا کہ ہمیں ایک ہزار سال بھی لڑنا پڑے تو اس کے لئے تیار ہیں تمام مسلمانوں کو اپنے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو یاد رکھنا چاہیے کہ جہاد قیامت تک جاری ہے۔ اس لئے ہمیں قیامت تک بھی لڑنا پڑے تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ تمام مسلمانوں کو اپنے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو یاد رکھنا چاہئے کہ جہاد قیامت تک جاری ہے۔ اس لئے ہمیں قیامت تک بھی لڑنا پڑے تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ مسلمان کا یہی عزم درکار ہے۔ اس نے دیکھ لیا کہ ہم جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اللہ تعالےٰ نے ہماری مدد فرمائی۔ نہ ہم میں طاقت ہے نیکی کمانے کی نہ قوت ہے برائی سے بچنے کی یہ محض اس العلی اور العظیم اللہ کی توفیق سے ہوا۔ وہی اللہ آئندہ بھی ہمارا حامی و ناصر ہے۔

---

۸ راگست ۱۹۶۵ء کو جب ہم نے اخبارات میں آزاد کشمیر پر بھارت کے حملے کی خبر پڑھی تو ۱۳ راگست ۱۹۶۵ء کو مظفر آباد آزاد کشمیر جا پہنچے۔ ایک بیٹا عبدالمالک جو آج سے تیرہ سال پہلے مظفر آباد میں پیدا ہوا تھا ہمارے ساتھ تھا سلطانی مسجد متصل کچہری میں بعد نماز جمعہ صدر حکومت آزاد کشمیر خان عبدالحمید خان صاحب تقریر کر رہے تھے ہم نے اپنی آمد کی اطلاع انہیں دی بعدازاں اسی مسجد میں علماء آزاد کشمیر کا اجتماع زیر صدارت مولانا عبدالقدوس سابق ضلع مفتی ہوا جس میں قرآن حکیم کی آیات کی روشنی میں جہاد کی تعریف پر غور کیا گیا۔ اور طے پایا کہ بھارتی فوجوں کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ عین جہاد ہے۔ چنانچہ مسلمانوں پر لازم قرار دیا گیا کہ وہ حتی المقدور جہاد میں شمولیت کر کے بھارت کی ظالم اور غاصب طاقت کا زور توڑ دیں۔ اور محکوم کشمیر کی مسلمان عورتوں، معصوم بچوں اور بوڑھوں وغیرہ کی عصمت و عفت اور جان و مال کو بچائیں۔

۲۷ جمادی الاوّل ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۶۵ء

کثرتِ ذکرُ اللہ

سے ہی کامیابی حاصل ہوتی ہے

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ و کفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد :
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(پ ۱۰ - رکوع ۲ - سورۃ الانفال)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب بھڑو تم کسی فوج سے تو ثابت قدم رہو۔ اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

ذکر میں نماز، دعا، تکبیر اور ہر قسم کا ذکر اللہ شامل ہے۔ ذکر اللہ کی تاثیر یہ ہے کہ ذاکر کا دل مضبوط اور مطمئن ہوتا ہے جس کی جہاد میں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا سب سے بڑا ہتھیار یہ ہی تھا۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

بزرگانِ محترم!

آیت مذکورہ بالا میں مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں دشمن پر کامیابی اور فتح حاصل کرنے کے گُر بتائے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ تم ظاہری اسباب کے لحاظ سے اپنی بساط کے مطابق آلاتِ حرب و ضرب سے لیس ہوکر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح دشمن کے مقابلہ پر ڈٹ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو تمہاری ثابت قدمی بہت زیادہ پسند ہے لیکن دیکھو محض اسی پر اکتفا نہ کرو اور ظاہری اسباب پر ہی بھروسہ نہ کرو بلکہ فتح و ظفر کو اللہ ہی کی طرف سے سمجھتے ہوئے ذکر اللہ کی کثرت کرو اور اللہ جل شانہٗ کو بہت زیادہ یاد کرو کیونکہ تمہاری زندگی کا مقصد بھی یہی ہے۔ اور وہی قادرِ مطلق ہے جو کسی کو فتح و کامرانی سے دوچار کر سکتا ہے۔

کثرتِ ذکراللہ سے دل مضبوط ہو جاتے ہیں۔ غیراللہ کا خوف اور محبت دل سے نکل جاتی ہے اور دلوں میں اللہ جل شانہٗ کی محبت گھر کر لیتی ہے۔ مومن کا طغرۂ امتیاز بھی یہی ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ یعنی ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے اور یہ مسلّمہ امر ہے کہ جب کثرتِ ذکر سے تجلیِ ذاتی قلبِ ذاکر پر وارد ہوتی ہے تو اسے ہر طرف جمالِ جہاں آراء کی رعنائیاں نظر آنے لگتی ہیں اور اسے مشاہدہ کے طور پر بھی کامیابی من جانب اللہ نظر آنے لگتی ہے۔

دنیا کی بقا
فقط ذکر اللہ پر مبنی ہے

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک اللہ اللہ کرنے والا کوئی اللہ کا بندہ دنیا میں موجود رہا۔

حاصل

یہ نکلا کہ دنیا کی بقاء فقط ذکراللہ پر مبنی ہے۔ جب تک کوئی ذاکر دنیا میں موجود رہے گا۔ دنیا پر قیامت نہیں آئے گی۔ یہ سارا جہان قدرت نے اپنے بندوں کے لئے بنایا ہے۔ جب وہ نہ رہیں گے تو پھر اس کارخانہ کو قائم رکھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

مومنوں کی مدد اللہ تعالیٰ پر لازم ہے

ارشادِ ربّانی ہے:۔
وَكَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یعنی مومنوں کی امداد ہم پر لازم ہو چکی ہے۔

دوسری جگہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:۔
اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

دین کی امداد سے مراد دینِ حق کے تمام تقاضوں کا پورا کرنا ہے۔ اگر ہم نے دینِ حق کے تقاضے پورے کئے۔ اللہ جل شانہٗ کو کثرت سے یاد کیا۔ اُس کے اوامر و نواہی کی پابندی کی تو انشاء اللہ اُس کی نصرت کا پہنچنا ضروری ہے۔

کثرتِ ذکراللہ
سے کامیابی حاصل کرنے کی عقلی دلیل

ہر شخص کو علم ہے کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک روح اور دوسرا جسم۔ ظاہر جو اعضاء و جوارح کا مجموعہ ہے۔ جسم تابع ہے روح کا۔ خالی جسم روح کے بغیر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ عاجزِ محض ہے۔ اسی لئے روح کے جسم سے جدا ہونے کو موت کا نام دیا جاتا ہے۔ موت وارد ہو جانے کے بعد جسم ظاہری اگرچہ صحیح و سالم ہوتا ہے مگر ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت بھی نہیں کر سکتا۔ یہی نہیں بلکہ چند روز کے بعد گلنا سڑنا شروع کر دیتا ہے اور بدبو دینے لگتا ہے۔ اس حالت میں دوسروں کو نفع نقصان پہنچانا تو

در کنار چیونٹی سے بھی اپنی مدافعت نہیں کر سکتا ـــــ چنانچہ اگر جسم ہی کو فاعل حقیقی قرار دے دیا جائے تو وہ تو موت کے بعد بھی کچھ وقت تک اپنی حالتِ اصلیہ پر قائم رہتا ہے۔ لیکن چونکہ انسان صرف اعضاء و جوارح کے مجموعہ ہی کا نام نہیں اس لئے اس جسم کے موجود ہوتے ہوئے بھی موت کے بعد اعزہ و اقربا آنسو بہاتے ہیں اور مرنے والے کی جدائی سے بیتاب ہو جاتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ انسان درحقیقت روح سے باقی ہے۔ جسم تو صرف لفافہ کی حیثیت رکھتا ہے اور خط اس کے اندر ہوتا ہے جسے روح کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ لفافہ کو کوئی بھی اصل خط نہیں کہتا۔ نہ خالی لفافہ ہی کے ملنے سے کسی کا مطلب حل ہوتا ہے۔ خط کا اچھا اور برا ہونا لفافہ پر موقوف نہیں وہ اندر کے مضمون کی اچھائی اور برائی پر موقوف ہے ـــ ٹھیک اسی طرح انسان صرف جسم ظاہر کا نام نہیں اصل انسان روح کا نام ہے۔ روح اگر پاک ہے اور ایمان و یقین کی خوشبو سے معطر ہے تو انسان اچھا ہے اور دینی اصطلاح میں صالح اور متقی ہے۔ اگر روح ایمان و یقین کی نورانیت سے خالی ہے تو یہ انسان کالانعام ہے اور دھرتی کے سینہ پر ایک بوجھ سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

محترم حضرات!

یہ بات یاد رکھئے۔ کہ روح کی پاکیزگی اور ایمان و یقین کی نورانیت فقط ذکراللہ کی کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ جس قدر کوئی شخص ذکراللہ میں زیادہ شاغل رہے گا اور جس قدر کثرت سے ذکراللہ کرے گا اس کی روح اسی قدر پاکیزہ سے پاکیزہ تر ہوتی چلی جائے گی۔ جس سے جسم پر بھی انوار و برکات کا ظہور ہوگا اور انسان اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حمیدہ سے متصف ہوتا چلا جائے گا۔

اب

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی کام کا کرنا اس کے فاعل کی قوت پر موقوف ہے۔ فاعل جس قدر قوی ہوگا۔ کام میں اسی قدر قوت ہوگی۔ قوت کا انحصار اجسام اور جواہر مجردہ میں لطافت و کثافت کے لحاظ سے ہے۔ مثلاً خاک سے پانی کی قوت اور پانی سے ہوا کی قوت زیادہ ہوتی ہے اور آگ کی قوت لطافت کی وجہ سے زیادہ ہوتی ہے ـــ مثال کے طور پر آپ ریل گاڑی ہی کو لے لیجئے ـــ ریل گاڑی ہزارہا من کا بوجھ ایک دن میں کہاں سے کہاں لے جاتی ہے ـــ ظاہر ہے گاڑی انجن کی بدولت چلتی ہے اور انجن بھاپ کے زور سے چلتا ہے۔ بھاپ لطیف شے ہے اور اس لئے اس کی قوت بھی زیادہ ہوتی ہے ـــ اب واضح ہے کہ جس قدر قوت برق و بھاپ سے یا ایٹمی ذرات سے پیدا ہوگی اسی قدر انجن میں تیزی اور قوت زیادہ ہوگی اور فاعل درحقیقت اسی قوت کو قرار دیا جائے گا نہ کہ انجن کو ـــ کیونکہ انجن تو محض ڈھانچہ ہے۔ مگر چونکہ اسٹیم نظر نہیں آتی اس لئے اس آہنی ڈھانچہ کو ہی غلطی سے لوگ فاعل قرار دینے لگتے ہیں ـــ بہرحال کہنا یہ مقصود ہے کہ انسان کے فاعل یعنی روح میں جس قدر قوت زیادہ ہوگی انسان اسی قدر قوی ہوگا۔ اور قاعدہ کلیہ ہے کہ لطیف شے زیادہ قوی ہوتی ہے مخلوقات میں سے ملائکہ عظام لطیف ہیں۔ اس لئے ان کے افعال بھی قوی ہوتے ہیں۔ اسی طرح روح بھی چونکہ لطیف شے ہے اس لئے زیادہ قوی ہوتی ہے لیکن اگر اس پر جسم کی کثافت غالب آ جائے تو پھر اس کی قوت کم ہو جاتی ہے ـــ روح کی لطافت اور اس کی قوت کا مدار ذکراللہ اور اکل حرام سے بچنے پر ہے۔ غرض

حاصل

یہ نکلا کہ روحانی طاقت جو اللہ کے بندوں میں ذکراللہ سے پیدا ہوتی ہے اس کے آگے سب چیزیں ہیچ ہیں۔ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے ہر شے کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے اور درحقیقت طاقت فقط اللہ رب العزت ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جب چاہے بندوں کو فتح و نصرت سے ہمکنار کر دے اور ظاہر ہے جو اس کا ہو جائے گا اسے کوئی زیر نہ کر سکے گا۔ جو اللہ کا ہو جائے گا اللہ اس کا ہو جائے گا۔ من کان للہ کان اللہ لہٗ۔

چاند اس کے اشارے سے شق ہو جائے گا، درخت اس کے بلانے پر بھاگ آئیں گے، دریا اس کے حکم کی تابعداری کریں گے، شجر و حجر اس سے کلام کریں گے اور اس کے عصا زمین پر مارنے سے چشمے پھوٹ نکلیں گے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنے ذکر و فکر اور یاد کی توفیق دے۔ آمین۔

صدائے کشمیر

آزادی کا سورج نکلا جاگ اٹھا کشمیر
کرن کرن سے پگھل رہی ہے زنداں کی زنجیر
خونِ شہیداں مچل رہا ہے بن کر موجِ نیل
صورتِ موسیٰ دیکھ رہی ہے فرعوں کی تدبیر
شب بھر ہند کے نمرودوں نے دیکھے آگ کے خواب
صبح ہوئی تو پھول کھلے تھے اُلٹی تھی تعبیر
آج بتوں سے پاک ہوا ہے تیرا اک گھر اور
وادی وادی گونج رہی ہے دیکھ تیری تکبیر
راہِ عدو سے ہٹ نہ سکے گی آہن کی دیوار
اپنا سینہ دیکھ چکے ہیں توپ تفنگ اور تیر

فضل حسین صمیم
ایبٹ آباد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ایک جرنیل کی حیثیت سے

(قسط ۱)

جناب حافظ محمد امین صاحب ہیڈ ماسٹر بورسٹل سکول بہاولپور

یوں تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ماشاءاللہ ہر لحاظ سے ممتاز ہیں۔خواہ کسی بھی حیثیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے۔ہر حیثیت سے آپ کی شان منفرد نظر آئے گی چنانچہ اس حقیقت کا اعتراف خود غیر مسلم دانشوروں نے بھی کیا ہے۔ایک شوہر کی حیثیت سے دیکھنا ہو تو اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھیں۔جنہوں نے سائل کو جواب دیا کہ "خُلُقُہٗ قُرْاٰن" ایک آقا کی حیثیت سے دیکھنا ہو تو حضرت زیدؓ کی زبانی سنیں جبکہ والدین لینے آئے۔تو عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں والدین کے ساتھ جانے کے بجائے آپؐ کی غلامی میں رہنا پسند کرتا ہوں۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔میں دس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا لیکن ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تلخ کلمے نہیں نکلے۔ایک تاجر کی شخصیت میں دیکھنا ہو تو اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کا تاثر دیکھیں۔جب کہ انہوں نے آپ کی دیانت اور امانت سے متاثر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا لیا اور اپنا سارا مال و متاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔حُسنِ معاشرت کا اندازہ کرنا ہو تو مشرکین مکہ کے خطاب سے لگائیں جنہوں نے آپؐ کو صادق اور امین کہہ کر پکارا۔چیف جسٹس کی حیثیت سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسلامی سزا میں کوئی تخفیف روا نہیں رکھتے بلکہ سفارش کرنے والوں کو جھڑک دیتے ہیں طائف کا میدان ہو یا مکہ کی گلیاں پتھر مارنے والے ہوں یا گالیاں دینے والے' سب کو دعا دیتے ہیں۔کوڑا کرکٹ ڈالنے والی بڑھیا کی خیریت پوچھتے ہیں۔حتیٰ کہ مدینہ کے رئیس المنافقین ابن ابی کو قتل ہونے سے بچاتے ہیں۔اسی دشمن دین کے مرنے پر اپنی چادر کا کفن پہناتے ہیں۔بلکہ بخشش کی دعا بھی کرتے ہیں ایک فاتح کی حیثیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نظارہ کرنا ہو تو فتح مکہ کے دن کا مطالعہ کریں۔جبکہ آپؐ نے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر معاف کر دیا۔بلکہ ابوسفیان اور ہندہ کے گھر کو پناہ گاہ بنا دیا۔ذرا آج کل کے فاتحین سے مقابلہ تو کریں۔واقعی آپ رسولِ کریم بھی تھے اور رسول رحیم بھی تھے

یا ربّ تو کریمی و رسول تو کریم
شکر للہ کہ ہستیم میان دو کریم

غرضیکہ حضورؐ کی زندگی کے تمام مراحل بعثت سے پہلے اور بعثت سے بعد زندگی کی تمام منازل میں آپ کی حیثیت ماشاء اللہ ممتاز ترین نظر آتی ہے جنگ خندق کے دن صحابہؓ کے پیٹ پر ایک ایک پتھر تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ پر دو تھے۔اگر وہ خندق کھودتے رہے تھے تو آپ ہی نے وہ ناقابل تسخیر چٹان توڑی۔جس پر کدال کی ضرب کے ساتھ ایرانی فتوحات کی خوشخبری بھی سنائی۔کیا کہوں خوشحالی ہے تو سب کچھ لٹا کر نماز پڑھتے ہیں۔غربت ہے تو دعا فرماتے ہیں کہ یا اللہ مجھے غریبوں میں زندہ رکھنا، غریبوں میں مارنا اور قیامت کے دن غریبوں میں اُٹھانا۔

المختصر یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر لحاظ سے ارفع و اعلیٰ ہے۔جس کا اعتراف بڑے بڑے ریفارمر بھی کر چکے ہیں۔آج میں ناظرین کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت، عسکری تنظیم اور فوجی صلاحیتوں سے آشنا کرنا چاہتا ہوں۔کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جرنیل کی حیثیت سے بھی افضل و اکمل تھے۔یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ دوڑ، کشتی اور گتکا آپ کو بہت پسند تھا۔تیراندازی اور نیزہ بازی بھی بے حد مرغوب تھی۔جہاں ایک طرف آپ نے ایک پہلوان کو پچھاڑا۔وہاں دوسرے موقعہ پر مدینہ میں ایک رات شور سن کر باہر نکلے اور گھوڑے پر سوار ہو کر دشمن کو اکیلے بھگا آئے۔بدر کے دن میدانِ جنگ کا تنہا ملاحظہ فرمایا۔جنگ اُحد میں صف بندی فرمائی۔اور خود اپنے دستِ مبارک سے اتنے تیر برسائے کہ کمان ٹوٹ گئی۔زخمی ہوکر گرے تو حوصلہ نہیں ہارا۔بلکہ ابوسفیان کے جواب میں نعرۂ تکبیر بلند فرمایا۔خیبر کے دن حضرت علیؓ کا انتخاب فرمایا۔جنگ حنین کے موقع پر کمال بہادری سے لڑے اور شکست کو فتح سے تبدیل کر دیا۔فرمایا

انا النبی لا کذب
انا عبد المطلب

یہ سب ایک بہترین جرنیل کی خصوصیات ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھیں۔اب ذرا تفصیل سے پڑھیں۔

حرب الفجار

بعثت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرب الفجار میں حصہ لیا۔جب کہ آپؐ کی عمر مبارک پندرہ سال کی تھی۔آپؐ قریش کی طرف سے قبیلہ بنو ہوازن کے خلاف لڑے۔ابتدا میں آپؐ تیر پکڑاتے رہے۔لیکن آخری دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جی بھر کر تیر برسائے۔یہ جنگ تقریباً پانچ سال تک رہی۔آخر کار قریش کو فتح نصیب ہوئی۔

حلف الفضول

حلف الفضول ایک معاہدہ تھا جس کی بنیاد تین فضل نامی بزرگوں نے ڈالی تھی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس معاہدہ میں شرکت فرمائی اور اس شرکت پر ہمیشہ فخر فرماتے رہے۔آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ میں آج بھی ایسے معاہدوں کے لئے تیار ہوں۔اگر کوئی شخص سو سرخ اونٹ دے کر بھی اس معاہدہ سے روکنا چاہتا تو میں نہ رکتا۔کیونکہ یہ صلح اور امن کا بہترین معاہدہ تھا۔

بعثت کے بعد کی تکالیف، شعب ابی طالب کی قید، اپنے اور پرائے کے مصائب، ہجرت کی تکالیف اور مشرکین مکّہ کی جان لیوا کوششیں، ایسے ایسے غم و الم کے پہاڑ تھے۔ جو روزانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ پڑھتے ہیں تو دل دُکھتا ہے، سنتے ہیں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ کتنے سنگدل تھے، وہ لوگ، جو اپنے خیر خواہ، قومی بھائی اور مربّی کو بھی معاف نہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مکّہ کی زمین آپؐ پر تنگ آ گئی اور خدا کے حکم سے آپؐ کو اپنا وطن اور شہر چھوڑنا پڑا۔ جس کی قدر مہاجرین بخوبی جان سکتے ہیں۔ ستم یہ ہے کہ مکّہ والوں نے مدینہ تک آپؐ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ بلکہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچ نکلنے پر آپؐ کی جان لینے کا سَو اونٹ انعام مقرر کیا۔ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے پر اور بھی غیظ و غضب کا اظہار کیا بلکہ مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی قسمیں اٹھائیں۔

ابوسفیان تجارت کے لئے شام گیا تاکہ تجارت کے منافع سے اسلحہ خرید کر مسلمانوں کو مٹا دیا جائے۔ جب یہ قافلہ تجارت سے واپس لوٹا مشرکینِ مکّہ نے سوچا کہ کہیں مسلمان اس قافلہ کو روک نہ دیں لہٰذا قافلہ کی حفاظت کا بہانہ بنا کر ابوجہل نے مشرکین مکّہ کو خوب ابھارا اور ایک ہزار جوشیلے اور مسلّح جری بہادر لے کر نکلا۔ مگر اُدھر ابوسفیان کسی اور راستے سے نکل آیا اور بخیریت مکّہ پہنچ گیا۔ واپس مکّہ پہنچ کر اس نے ابوجہل کو لکھا کہ وہ بھی واپس لوٹ آئے اور جنگ کسی اور موقعہ پر ٹال دی جائے۔ مگر ابوجہل کا دل کینہ اور بغض سے بھرپور تھا اُس نے ابوسفیان کی ایک نہ سُنی۔ بلکہ واپس لوٹنا ہتک سمجھا اور مدینہ کی راہ لی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپؐ بھی دفاع کے لئے نکلے اور مدینہ کے قریب **بدر** کے مقام پر ڈیرے ڈال دئے۔ جہاں قریب ہی مشرکین مکّہ کی فوج تھی۔

اسلام جنگ میں پہل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ تمام اسلامی جنگیں دفاعی لڑی گئی ہیں۔ چڑھائی کی پہل کہیں نظر نہیں آتی۔ صرف دفاع، دین اور انسانیت کی بھلائی کے لئے باعزّت اور امن کی حفاظت کے لئے جنگ کا جواز ملتا ہے۔

اور ایسی جنگ کا نام جہاد ہے۔ ورنہ وَلَا تَعْتَدُوا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ کے حساب سے گرفت کا اندیشہ ہے۔ یہانتک کہ قرآن نے فتنے کو قتل سے بھی زیادہ سنگین قرار دیا ہے۔

جنگ بدر

یہ جنگ سن ہجری کے دوسرے سال سترہ رمضان المبارک بروز جمعہ لڑی گئی۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف تین سو تیرہ مجاہد تھے۔ جن میں بچّے اور بوڑھے بھی شامل تھے۔ لڑائی کے سامان کا یہ حال تھا کہ صرف، ستّر اونٹ اور معمولی ہتھیار تھے۔ گویا تین تین مجاہدوں کے لئے ایک ایک سواری تھی۔ مگر اُدھر ابوجہل کے پاس ایک ہزار مسلّح جوشیلے اور بہادر جوان تھے۔ اُمیہ بن خلف، عقبہ بن معیط جیسے آزمودہ کار اور جنگ آزما صلاح کار تھے۔ ابوجہل کو ہرچند روکا گیا۔ مگر وہ نہ مانا کہ واپس جانا ہماری ہتک ہے۔ بس اس کا علاج یہی ہے کہ مسلمانوں کو نابود کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے فوج کے حملے کی ٹھانی۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تنہا گشت کی۔ اور پھر صف بندی فرمائی اور خدا کے حضور میں دعا فرمائی کہ خدایا! اگر یہ گنتی کے چند مسلمان آج مِٹ گئے تو تو تیرا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ آپؐ نے نہایت عاجزی اور انکساری سے دعا فرمائی اور اس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک فتح کی بشارت خدا کے ہاں سے نازل نہ ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی بھر مٹّی اٹھا کر دشمنانِ دین کی طرف پھینکی۔ جسے خود اللہ نے اپنی طرف منسوب فرمایا۔ بس اللہ کی مدد شاملِ حال ہو گئی اور کفّار قتل ہونے لگے حضرت معاذؓ نے عقاب کی طرح جھپٹ کر ابوجہل کو قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے بھی تلوار کے خوب جوہر دکھائے اور کفّار کے چھکّے چھڑا دئے۔ امیہ بن خلف جو حضرت بلالؓ کو اذیّت دیا کرتا تھا وہ بھی قتل ہوا۔ آخر کار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح نصیب ہوئی اور کفّار میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دفاعی مورچہ بندی اور پھر ظاہری کوششوں کے بعد خدا پر بھروسہ اور دعا قابلِ ذکر ہیں۔ اس جنگ کے اسیران کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کبارؓ نے حسنِ سلوک کی ایسی مثال پیش کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ کسی بھی اسیر کو کوئی بھی اذیّت نہیں دی گئی۔ بلکہ انتہائی حسن سلوک کی بدولت وہ اسلام کے گرویدہ ہو گئے۔ آخرکار اُن کو بھی نہایت ہلکی شرائط کے ساتھ رہا کر دیا گیا۔ اصلاح اسیران میں دلچسپی لینے والے حضرات کے لئے یہ زندہ مثال ہے۔

جنگ اُحد

جنگ بدر میں مشرکین کو بہت شرمندگی ہوئی۔ چنانچہ اس خِفّت کو مٹانے کے لئے اگلے سال ابو سفیان تین ہزار مسلّح لاؤ لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوا — در اصل یہ جنگ جنگِ بدر کا بدلہ تھا۔ جہاں بے شمار مشرکین قتل ہوئے تھے۔ جن کے انتقام کے لئے مکّہ کی ساری آبادی اُمڈ آئی تھی۔ اس جنگ میں مکّہ کی عورتوں نے بھی خوب حصّہ لیا۔ اُن کی جرنیل ابوسفیان کی بیوی ہندہ تھی۔ عورتوں نے مردوں کو خوب ابھارا۔ قسمیں دلائیں۔ رجزیّہ اشعار گائے۔ بزرگوں کا بدلہ لینے اور بُتوں کی بے عزتی چُکانے کے لئے خوب جوش دلایا۔ نہ نہانے، سرمہ نہ لگانے اور منہ نہ دیکھنے تک کی قسمیں کھائیں۔ جنگ کیا تھی۔ گویا مسلمانوں کے خلاف ایک طوفان تھا جو اُمڈ آیا۔ تین ہزار مسلّح نوجوان، تین ہزار اونٹ، دو سو گھوڑے اور بے شمار اسلحہ مشرکین کے پاس تھا۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دفاعی طور پر تیاری کا حکم دیا۔ اصحابؓ سے مشورہ لیا۔ اور جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنے کے بعد زرہ پہن کر ایک ہزار مجاہدین کے ساتھ اُحد پہاڑ کا رُخ کیا۔ تین ہزار کے مقابلہ میں ایک ہزار کی کیا حیثیت تھی۔ طرّہ یہ کہ عین لڑائی کے وقت رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی اپنے تین سو ساتھی لے کر واپس مدینہ لوٹ آیا۔ گویا بظاہر مسلمان اور بھی کمزور ہو گئے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری صلاحیت اور خطابت کی بدولت مسلمان لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے۔ آپؐ نے میدانِ جنگ کا جائزہ لیا۔ اور ایک گھاٹی کے درّے پر چند مجاہدوں کو مقرر فرمایا کہ وہ فتح و شکست ہر صورت میں وہیں ڈٹے رہیں۔ جنگ شروع ہوئی اور

مسلمانوں نے کفّار کے کُشتوں کے پُشتے لگا دئے۔ آخرکار کفّار کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے مگر مشرکین عورتوں نے ان کو آڑے ہاتھوں لیا۔ بے غیرت اور نامرد کہہ کر جوش دلایا۔ ایک بُت جو ساتھ لائی تھیں اُس کی قسمیں دلائیں۔ بس ادھر وحشی نے جوکہ ہندہ کا غلام تھا اور اسے حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے پر آزاد کرنے کا وعدہ دیا تھا اس ناہنجار نے حضرت حمزہؓ کو گھات سے ایسا تیر مارا کہ آپ شہید ہو گئے۔ ادھر اس دَوران میں گھاٹی کے تیرانداز مجاہدین نے فتح دیکھ کر غنیمت کا مال جمع کرنا شروع کر دیا۔ اور دشمن کی بھاگتی ہوئی فوج نے گھاٹی کو خالی دیکھ کر پھر حملہ کر دیا اور اس طرح فتح شکست میں تبدیل ہونے لگی اور اس افراتفری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے متعلق بھی جھوٹی خبر پھیل گئی۔ ادھر حضرت اُم عمّارہؓ نے جب یہ حال دیکھا مشکیزہ چھوڑ کر تلوار سونت لی اور حضور صلی اللہ علیہ کی حفاظت کو لپکی۔ حضرت ابو دجانہؓ ڈھال بن گئے اور حضرت سعد بن وقاصؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر اتنے تیر برسائے کہ دشمن منتشر ہو گئے۔ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اتنے تیر برسائے کہ آپؐ کی کمان تک ٹوٹ گئی۔ اسی عالم میں آپؐ ایک گڑھے میں گر گئے۔ حضرت علیؓ اور حضرت سعدؓ نے آپؐ کو باہر نکالا۔ مسلمان آپؐ کے گرد پروانہ وار جمع ہو گئے اور جاں نثاری کے لئے اجازت مانگنے لگے۔ مگر اب وقت نکل چکا تھا۔ ابوسفیان پکارا کہ یہ بدر کا جواب ہے۔ اور ہبل کی فتح ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو نعرہ تکبیر بلند کرنے کو فرمایا۔ اسی جنگ میں ایک ظالم کے پتھر سے آپؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ اور اس جنگ میں کسی ظالم کی تلوار سے زرہ کی کڑیاں چہرہ مبارک میں گڑ گئیں۔ جس سے آپ کو کافی تکلیف ہوئی۔ حضرت سعد بن وقاصؓ نے زرہ کی کڑیاں نکالیں اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے بوریا کی راکھ لگا کر خون بند کیا۔ یہ جنگ بھی دفاعی تھی اگر گھاٹی کے مسلمان اپنی جگہ نہ چھوڑتے تو فتح شکست میں تبدیل نہ ہوتی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری صلاحیت پر دال ہے۔ ورنہ کہاں سات سو کمزور مسلمان اور کہاں تین ہزار مسلّح، جوشیلے اور منظّم جری جوان مگر پھر بھی خدا نے پہلے فتح عطا فرمائی۔ اور بعد میں غنیمت کے لالچ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی میں فتح کو شکست سے بدل دیا۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت اُم عمّارہؓ اور حضرت عائشہؓ کی شرکت بھی باوجود عدم فرض جہاد کے ایک زندہ مثال ہے۔

جنگ خندق

جنگِ خندق کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔ خندق اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دفاع کے طور پر مدینہ کے ایک طرف خندق کھدوائی تھی۔ اور احزاب کے معنی اتحادیوں کے ہیں گویا عرب قبائل کے جملہ غیر مسلم بمعہ یہودی اور نصاریٰ کے متحد ہو کر مدینہ چڑھ آئے تھے۔ جنگ بدر اور جنگ اُحد کی خِفّت مٹانے کے لئے نیز جنگ اُحد میں کامیابی کی بناء پر مشرکین مکّہ تمام عرب قبائل کو ساتھ ملا کر چڑھ آئے تاکہ مسلمانوں کا نام و نشان ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے۔ یہ جنگ ۵ھ میں لڑی گئی۔

جنگ اُحد کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو نضیر کو ان کی عہد شکنی اور خفیہ اور برملا سازشوں کی بنار پر مدینہ سے نکال دیا تھا۔ یہ لوگ خیبر میں جا بسے۔ انہوں نے دیگر کئی قبائل کو بھی مسلمانوں کے خلاف اُکسایا۔ ادھر قریش نے بھی اس موقعہ کو غنیمت جانا۔ ستم یہ کہ مارِ آستین ابنِ اُبی جو رئیس المنافقین تھا اُس نے بھی در پردہ قریش اور بنو نضیر کی امداد کا عہد و پیماں باندھا۔ اس سے قریش کے حوصلے اور بڑھ گئے اور انہوں نے جنگ کی ٹھانی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہؓ کبار سے مشورہ کیا اور حضرت سلمانؓ فارسی کی رائے کے مطابق مدینہ کے اندر رہ کر لڑنا پسند کیا۔ چنانچہ دشمن کی رکاوٹ کے لئے مدینہ کے ایک طرف خندق کھدوائی گئی۔ باقی تین طرف پہاڑیوں کی وجہ سے محفوظ تھے۔ چنانچہ خندق کھودنے کا حکم دیا گیا۔ مسلمانوں پر فاقے پر فاقے گزر رہے تھے۔ لیکن باوجود جسمانی کمزوری اور پتھریلی زمین کے جملہ صحابہ کرامؓ شمع رسالت پہ پروانہ وار نثار ہونے کو تیار تھے یہی وہ خندق ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر ایک ہی ضرب رسالت سے توڑا تو ساتھ ہی ایران اور یمن کی فتوحات کی خوشخبری بھی سنائی۔ یہی وہ جنگ خندق ہے جس کو کھودنے کے لئے صحابہ کبارؓ نے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پتھر باندھے۔ جس پر صحابہ کبارؓ کا ایمان اور بھی فروزاں ہو گیا۔ لشکرِ اسلام تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دستوں میں تقسیم کر کے خندق کے ساتھ ساتھ پھیلا دیا۔ اُدھر اتحادیوں کا سپہ سالار ابوسفیان اور عکرمہ چوبیس ہزار مسلّح سواروں کے ساتھ نکلا اور اس بربریّت کا مظاہرہ کیا کہ زمین لرز گئی لیکن جب وہ خندق تک پہنچے تو اس نئے اسلوبِ دفاع کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ایک عرصہ تک ابوسفیان پیچ و خم کھاتا رہا۔ کہ خندق کیسے پار ہو اور گھمسان کا رَن پڑے۔ مگر خندق پار کرنا آسان نہ تھا دونوں طرف سے تیر اندازی ہوتی رہی۔ ایک موقعہ پر حضرت سعد بن وقاصؓ نے ایسا نشانہ باندھا کہ دشمن کا آدمی سر کے بل زمین پر آ رہا۔ جسے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکرائے۔ آخر ایک دن قریش کے چند سوار خندق پھلانگ کر اندر آ گئے۔ اُن میں عرب کا مُہیب پہلوان عمرو بھی تھا۔ اُس نے انفرادی جنگ کے لئے للکارا۔ حضرت علیؓ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی اور عمرو سے جا ٹکرائے۔ عمرو نے پہلے تو ٹالنا چاہا۔ لیکن حضرت علیؓ کے چیلنج کو سن کر آپ پر وار کیا۔ حضرت علیؓ نے وار کو روک کر ایسا بھرپور حملہ کیا کہ ایک ہی وار میں اُس کے دو ٹکڑے کر دئے اور باقی مشرکین واپس دوڑ گئے۔ اُدھر بنو قریظہ جو در پردہ اتحادیوں کے حامی تھے مسلمانوں کو کمزور دیکھ کر مسلمان عورتوں کے کیمپ کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ ایک سپاہی قریب ہی جا پہنچا۔ لیکن حضرت صفیہ نے ایک ایسا ڈنڈا مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا اور باقی سپاہی بھاگ گئے۔ محاصرہ نے طول پکڑا۔ کفّار کا رسد پانی ختم ہو گیا اور ذوالحجہ کا حرمت والا مہینہ بھی سر پر آ پہنچا۔ سردی بھی تھی۔ چنانچہ کفار واپسی کے بہانے سوچنے لگے۔ قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ اُسی دن ایک زور کی

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا ماہانہ

واہ کینٹ میں

قسط ۵

مرتبہ محمد عثمان غنی بی، اے

دوستو اور بزرگو! قرآن نے مسلمانوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرمایا اور اسی کی تشریح فرمائی۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ رَءَا مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ بِلِسَانِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَ ذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ ط فرمایا۔ مَنْ رَءَا مِنْكُمْ جو کوئی مَنْ کا کلمہ علماء حضرات اور اکثر طلباء بھی ہوں گے وُہ جانتے ہیں مَنْ یہ عموم کے لئے آتا ہے مَنْ رَءَا مِنْكُمْ جو کوئی بھی دیکھے تم میں سے۔ مرد ہو، عورت ہو، چھوٹا ہو، بڑا ہو، افسر ہو، ماتحت ہو، عالم ہو، جاہل ہو، پیر ہو، مرید ہو مَنْ جو کوئی بھی ہو مَنْ رَءَا مِنْكُمْ مُنْكَرًا جو کوئی دیکھے تم میں سے کوئی بھی بُرا فعل۔ یہ منکر ہے۔ اَلتَّنْوِيْنُ لِلتَّعْمِيْمِ کوئی بھی بُرا فعل چھوٹا دیکھا کہ بڑا دیکھا۔ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ اس کو ہٹا دے بدلا دے اپنے ہاتھ کے ساتھ۔ یہ تو خدا کا خلیفہ ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط پڑھنے والا۔ یہ تو خیرِ امت ہے۔ اس کی ڈیوٹی ہے یہ کیا کرے؟ کہ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ اُس کو اپنے ہاتھ سے ہٹا دے یہ تو ٹریفک پر کنٹرول کرنے والا ہے۔ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ ڈرتا ہے کہ ہاتھ سے تو نہیں کر سکتا۔ پھر کیا کرے؟ فَبِلِسَانِهٖ اپنی زبان کے ساتھ ہٹائے۔ زبان سے بولے۔ عالم ہے تو بولے پیر ہے تو بولے۔ لیڈر ہے تو بولے، اگر یہ بھی نہیں بے چارا کر سکتا فَبِقَلْبِهٖ اپنے دل کے ساتھ تو بُرا سمجھے! اور آگے چل کر فرمایا۔ او دل کے ساتھ بُرا سمجھنے والے! میرے دین کو کیا سمجھ رہا ہے تو؟ قلمی شورے کی قسم کا دین سمجھ لیا ہے تُو نے؟ ذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ ط یہ دل کے ساتھ بُرا سمجھنا یہ سب ایمانوں سے کمزور ایمان ہے۔

اب بتایئے بھائی ہم میں سے (اللہ ہمیں اور آپ کو سب کو معاف فرمائے) آج تو ہم دل سے بھی بُری بات کو بُرا نہیں سمجھتے۔ اگر دل سے بُرا سمجھیں تو پھر زبان پر بھی بات آ جاتی ہے۔ اگر دل سے بُرا سمجھیں تو پھر قلم پر بھی وہ بات آ جاتی ہے۔ اگر دل سے بُرا سمجھیں تو پھر ہاتھ پہ بھی وہ بات آ جاتی ہے۔ اس لئے نسائی کی حدیث ہے۔ امام الانبیاءؐ نے مجاہد کی مختلف قسمیں فرمائیں۔ فرمایا مَنْ جَاهَدَ بِالسَّيْفِهٖ فَهُوَ مُجَاهِدٌ وَ مَنْ جَاهَدَ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُجَاهِدٌ وَ مَنْ جَاهَدَ بِقَلَمِهٖ فَهُوَ مُجَاهِدٌ (او کما قال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم) ہو سکتا ہے الفاظ میں ہیر پھیر ہو جائے۔ مجھے الفاظ ٹھیک یاد نہیں مفہوم یہی ہے آپؐ فرماتے ہیں۔ جس نے اپنی تلوار کے ساتھ دینِ قیّم کی سربلندی کے لئے جہاد کیا وہ بھی مجاہد ہے۔ جس نے اپنی زبان کے ساتھ جہاد کیا وہ بھی مجاہد ہے۔ جس نے اپنے قلم کے ساتھ جہاد کیا وہ بھی مجاہد ہے۔ مجاہدوں کی مختلف قسمیں ہیں۔ یہ بھی جہاد ہے اور میرا خیال ہے کہ آج کا یہ دَور جس دَور میں کہ ہم جا رہے ہیں۔ یہ جہاد بالقلم کا دَور ہے۔

آج قلم کا فتنہ بڑا پھیل گیا ہے۔ مسلمان کہلانے والے مسلمان نام رکھنے والے آج دین کے خلاف لٹریچر مہیّا کر رہے ہیں اور مسلمان بچّے بچّیاں چھوٹے بڑے جوان بوڑھے اُس لٹریچر کو پڑھتے ہیں۔ آج قلم کے ساتھ جہاد کرنے والا سب سے بہت بڑا مجاہد ہے۔ میرے بھائی! میرے دوستو اور بزرگو! اسلام صرف مناقب کا نام نہیں ہے۔ اسلام صرف عقیدے کا نام نہیں ہے۔ اسلام صرف صفات کا نام نہیں ہے۔ دیکھئے

ابھی اس مہینے میں، اس ماہِ مقدّس میں سب مسلمانوں نے الحمد للہ سیرت کے جلسے کئے، جلوس نکلے۔ بڑے بڑے بینڈ باجے بجے۔ بڑا ناچ ہوا۔ بڑی گپّیں شپّیں لگیں۔ اپنے اپنے خیال کے مطابق مسلمانوں نے میرا خیال ہے لاکھوں روپیہ صرف کیا اس ملک میں عیدِ میلاد النبی کے موقع پر۔ لیکن آپ اپنے دل سے پوچھئے کیا ہم نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدّس کو خوش کرنے کی کوشش کی؟ کیا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ مقدّس اس سے خوش ہو گئی؟ کیا روضۂ اطہر میں آپؐ مسرور ہیں؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

بھائی! ایک ہوتے ہیں مناقب، ایک ہوتا ہے اُن کی تعلیمات پر عمل۔ دیکھئے جب تک حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دعوائے نبوّت کو عملی طور پر پیش نہیں کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے دو حصّے ہیں نا۔ ایک چالیس سالہ زندگی ہے اور ایک تیئیس سالہ زندگی ہے۔ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ نبوّت سے پہلے بھی نبی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے شکم میں بھی نبی تھے۔ اپنے والد ماجد کی پشت میں بھی نبی تھے۔ ہمارا تو یہ ایمان ہے ہم علماء دیوبند کا۔ جیسا کہ صحیح حدیث ہے ہے کہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب ابھی تک آدم علیہ السّلام کا پُتلا بھی نہیں بنا تھا۔ اہلِ مکّہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کہتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب چیلنج کرتے ہیں۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ او مکّے والو! مَیں نے تم میں چالیس سال گذارے۔ میری آنکھ نے کبھی خیانت کی؟ میری زبان نے کبھی جھوٹ بولا؟ میرے ہاتھ نے کبھی غلطی کی؟ میرے پاؤں نے کبھی غلطی کی؟ کہتے ہیں۔ نہیں۔ چالیس سال تیرے بڑی پاکدامنی سے گذرے اور تُو ہم میں کیا مشہور ہے؟ مُحَمَّدُ نِ الْاَمِيْنُ۔ مُحَمَّدُ نِ الصَّدُوْقُ۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوّت سے پہلے دو لقب بڑے مشہور تھے۔ مکّہ کے رہنے والے چالیس سال تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کہتے تھے؟ مُحَمَّدُ نِ الْاَمِيْنُ

وہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو بڑا امانتی ہے۔ مُحَمَّدِ نِ الصَّدُوْق۔ وہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو بڑا سچّا ہے — اپنے جھگڑے طے کراتے تھے جناب محمّد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تینتیس سال کی تھی یا تیس سال کی تھی مجھے صحیح یاد نہیں ہے۔ تو بیت اللہ شریف کی تعمیر پر جھگڑا ہؤا کہ حجرِ اسود کون لگائے۔ حجرِ اسود وہ سیاہ پتھر ہے جس کو ہمارے بھائی ابھی چوم کر آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو نصیب فرمائے اور ان کے حج کو بھی اللہ تعالےٰ حج مبرور فرمائے۔ وہ حجرِ اسود جو بیت اللہ کے کونے میں لگا ہے جس کے متعلق اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ وہ جنّت کا پتھر ہے۔ اور وہ شہابی پتھر ہے جو پانی میں ڈوبتا نہیں اور آگ میں گرم نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب طوفانِ نوحؑ آیا اور بیت اللہ مبارک بھی سیلاب میں بہہ گیا تو یہ جو تھا نا حجرِ اسود، یہ جبل اَبی قُبَیس کی چوٹی پر جا کے لگ گیا۔ تو اگر یہ پتّھر ہوتا — دنیا کا پتّھر — تو پانی میں ڈوب جاتا — پہاڑ پہ کیسے پہنچ گیا —؟ شہابی پتھر کے متعلق آکسفورڈ ڈکشنری میں بھی یہ بات ہے کہ شہابی پتھر کی نشانی کیا ہے؟ — وہ پانی میں ڈوبتا نہیں۔ اور آگ میں گرم نہیں ہوتا۔ اور اسی ڈکشنری میں لکھا ہے کہ اس دنیا میں یقینی طور پر ایک پتّھر تو موجود ہے جو بیت اللہ کے کونے میں لگا ہؤا ہے۔ یہ تو یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ پتّھر ہے شہابی —

تو مَیں عرض کر رہا تھا کہ اُس پتھر کے لگانے پر جھگڑا ہؤا۔ قریش کے مختلف قبیلے تھے، مختلف خاندان تھے۔ فیصلہ یہ ہؤا کہ کل صبح جو سب سے پہلے بیت اللہ میں پہنچے وہ یہ پتھر لگائے — دیکھا تو امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سب سے پہلے تشریف لائے۔ سب نے کہا جَاءَ مُحَمَّدَ نِ الْاَمِیْن جَاءَ مُحَمَّدَ نِ الصَّدُوْق۔ وہ محمّدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) آگئے جو سب سے سچّے ہیں۔ وہ محمّدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) آگئے جو سب سے زیادہ امانتی ہیں۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کو بچھایا اور پتھر کو اپنے ہاتھ سے اس چادر پر رکھا اور پھر ان قریش کو کہا کہ تم سب قبیلے والے اس میری چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ لو۔ وہ بھی خوش ہو گئے اور پتھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے لگا دیا۔

مَیں امر بالمعروف کی بات کر رہا ہوں۔ آج مسلمان نے دین کو کھیر سمجھ لیا ہے۔ میلاد النبیؐ پر پلاؤ پکایا اور کھا لیا۔ گیارھویں شریف پر کھیر پکا کر کھا لی۔ اور کسی اَور تقریب پر دہی کھا لیا، جلیبیاں کھا لیں اور دعا حجرے میں کر کے باہر نکل آگئے — چلا گیا — مولوی کو کوئی پتہ نہیں کہ اسلام تباہ ہو رہا ہے، مسلمان جہنّم کی طرف جا رہے ہیں۔ پیر کو کوئی اس سے مطلب نہیں ہے۔ مجھے کوئی مطلب نہیں ہے۔ آپ کو کوئی مطلب نہیں ہے۔ ہم سب عنداللہ ماخوذ ہیں۔ ہم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ڈیوٹی کو چھوڑ دیا ہے۔ اور یہی وجۂ امتیاز تھی مسلمانوں کی قرآنِ کریم کی نظر میں۔

(باقی باقی)

بقیہ: حضورؐ ایک جرنیل کی حیثیت سے

آندھی چلی جس سے اُن کے خیمے اُکھڑ گئے اور پکی پکائی ہنڈیاں الٹ گئیں اور رہی سہی کسر آگ نے پوری کر دی۔ بس پھر کیا تھا۔ لشکرِ کفّار سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ صبح ہوئی تو خندق پار کی سطح دشمن کے وجود سے پاک تھی۔ یہ مسلمانوں کے صبر و استقلال اور محنت و مشقّت کا ثمرہ تھا جو انہیں فتح کی صورت میں ملا۔ اس جنگ میں بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری صلاحیّت، صبر و استقلال اور خود ہاتھ سے برابر شریکِ کار رہنے اور فوج کو حوصلہ دینے کی صلاحیّت اجاگر ہوتی ہے۔ اور حضرت صفیہؓ کے ہاتھوں کافر کا قتل اور چوب زنی اس امر کی رہنمائی کرتی ہے کہ بوقت ضرورت عورت عسکری خدمات سرانجام دے سکتی ہے۔ (باقی باقی)

بتّیس ۳۲ رسائل کا عکسی سیٹ

:- مرتّبہ :-

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

ھدیہ تین روپے آٹھ آنے علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ: انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

تبصــــــرہ

(حافظ نور محمد انور)

نام کتاب۔ زبدۃ البخاری اردو ترجمہ مع عربی متن

مرتبہ علامہ ضیاء الدین عمر مصری

ترجمہ۔ مولانا آغا محمد رفیق بلند شہری

سائز۔ ۲۰×۲۶ صفحات ۵۱۲ کاغذ سفید کتابت طباعت عمدہ قیمت مجلد مع گرد پوش بارہ روپے نوّے پیسے

ناشر۔ نفیس اکیڈمی بلاسس سٹریٹ کراچی ۱

نفیس اکیڈمی کراچی کا ایک مشہور و معروف اشاعتی ادارہ ہے جو عرصہ سے حدیث و فقہ اسلامی، علمی، اور تاریخی کتب شائع کرنے کی خدمات سرانجام دے رہا ہے زبدۃ البخاری بھی اس سلسلہ کی ایک مفید کڑی ہے۔ زبدۃ البخاری پہلے ۱۳۳۱ھ میں مصر سے طبع ہوئی پھر آج سے چالیس سال قبل ۱۳۴۶ھ میں مدینہ پریس بجنور (بھارت) میں طبع ہوئی۔ اب نفیس اکیڈمی کراچی نے اس کو شائع کیا ہے مدّت سے یہ کتاب نایاب تھی۔

شروع میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پیدائش سے لے کر وفات تک کے مختصر حالات درج ہیں۔ تقریباً سولہ سو حدیثوں کا یہ صحیفۂ انوار ایک بہترین علمی ذخیرہ ہے

اعلان

بحکم جناب صدر صاحب وفاق المدارس العربیہ، تمام ملحقہ مدارس وفاق کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ملکی ہنگامی حالات کے پیش نظر وفاق المدارس کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۶/۷ اکتوبر ۶۵ء کو ہونے والا ملتوی کر دیا گیا ہے۔ (محمد شریف ناظم دفتر)

مفت رسالہ عالم الغیب مفت

علم الغیب کے موضوع پر ایک مفید رسالہ مندرجہ ذیل پتہ پر سات پیسے کے ٹکٹ بھیج کر مفت طلب فرمائیں۔

(مولانا) سید محمد طیّب ہمدانی خطیب جامع مسجد کوٹ مراد خاں قصور

بچوں کا صفحہ

اُسوۂ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک شہری نقطہ نگاہ سے

محمد قاسم انور مدرسہ عربیہ قاسم العلوم لیّہ (مظفرگڑھ)

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم. مدینہ پاک میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ شریف میں ایک شہری کی حیثیت سے دیکھے جائیں تو محبوبِ مدینہ اور محبّ مکّہ نظر آتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بہتر و برتر امورِ شہریت موجود تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ معظمہ میں زندگی گذار رہے تھے تو آپ کو مکّہ کے شہری "امین" کے لقب سے پکارتے تھے۔ دعوائے رسالت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاندان کے سب چھوٹے بڑے مکّی لوگ محبّت اور پیار کی نظر سے دیکھتے۔ تمدّن اور سیاست اور اخلاق کا مجسّمہ تصوّر کرتے۔ جس گلی سے آپؐ گذر جاتے آپؐ کی اخلاقی عظمت کے اہل مکّہ گیت گاتے۔ اور "امینِ مکّہ آیا" کی پکار ہوتی تھی۔ آپؐ ایک خوبصورت صاحبِ حیا، جفاکش انسان نظر آتے۔ جس بیوی سے آپؐ کا پہلے نکاح ہوا وہ عرب کی بالعموم اور خاندانِ قریش کی بالخصوص سرمایہ دار تاجر خاتون تھی۔ جس کا نام مبارک "ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ" ہے۔ آپؐ کی زیادہ سے زیادہ اولاد اسی بیوی سے ہے۔ بہرحال چالیس سالہ خاتون کا نکاح ایک پچیس سالہ عربی نوجوان سے اس کی کمال شرافت اور دیانت پر دلالت کرتا ہے۔ آپؐ نے کاروباری زندگی میں اپنا وہ ریکارڈ پیش کیا جس پر کارکنان و منتظمان خدیجہؓ نے تائید فرمائی اور آپؐ کی دیانت کا مشاہدہ ملکۂ عرب، فخرِ قریش، معصوم و عفیف پاکدامن خاتون نے دعوتِ نکاح پیش کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی سعادت کو حاصل کر کے اپنے دین و دنیا کے لئے بہترین راہ اختیار کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب قومِ قریش اپنے جعلی مذہب کی بناء پر مخالف ہوئی اور ہر قسم کی ایذا رسانی کی کوشش کی تو رفیقۂ حیات حضرت خدیجہؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا پورا ساتھ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشی برادری کے بالخصوص اور عام عرب اقوام قبائل کے اندر بالعموم اپنے اخلاقِ عظیمہ کے ساتھ پیش آئے۔ جس کی وجہ سے آپؐ تن تنہا اور بغیر ظاہری اسباب کامیاب ہوئے۔ سارے عرب و عجم پر چھا گئے یہ آپؐ کی اخلاقی زندگی کا ایک پہلو ہے جس کو اللہ تعالےٰ اپنی کلام مقدّس میں بیان فرماتے ہیں اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْم ؕ

آپؐ کی مدنی زندگی بھی پورے کمالات کا آئینہ دار تھی۔ آپؐ اور آپؐ کی جماعت ایک مہاجر کی حیثیت سے تھے مگر آپؐ اور آپؐ کے ساتھی اتنے بلند اخلاق تھے کہ یثرب کے انصار بالخصوص اور دوسرے قبائل نے بالعموم آپؐ کو اپنا نگران و بادشاہ تسلیم کر کے اپنے جان و مال کو قربان کر دیا۔

آپؐ نے مدینہ کے نظام کو اتنا بلند کیا کہ وہ ممالک اسلامیہ کا مرکز بن گیا جس سے دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل ہوتی رہتی ہیں۔ چودھویں صدی گذر رہی ہے شاہِ مدینہ اب تک اپنی بہار بکھیر رہے ہیں اور اہل ایمان آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔

●

مرسلہ: طالب حسین طالب لاہور

تُو ہے دو عالم کا والی — یا رب تیری شان ہے عالی

تیری قدرت کے ہیں مظہر — پتّہ پتّہ ڈالی ڈالی

یا رب تیرا ذِکر ہے کرتی — کُو، کُو کر کے کوئل کالی

تیری ذات ہے قائم دائم — باقی ہر شئے نقشِ خیالی

چاند میں تیرا نُور ہے مولا — سُورج میں ہے تیری لالی

مُفلس ہو یا کوئی شہنشاہ — سب ہیں تیرے دَر کے سوالی

نظرِ کرم سے بھر دے یارب

طالبؔ کی ہے جھولی خالی

یکم اکتوبر ۶۵ء

۱۲

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD ۹-۲-۷۶۷/۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء

مُسلم کی دُعا

اثر زبیری

سینۂ داغدار کو جذبۂ بے قرار دے ‖ بلبلِ خستہ حال کو نغمۂ دلفگار دے

اپنا بنا لے اے خدا بہرِ رسولِ ہاشمی ‖ سبحۂ دانہ دانہ کو رشتۂ استوار دے

نامِ عمرؓ سے بخش دے روح کو سوزِ عاشقی ‖ اہلِ وفا کو سایۂ دامنِ یارِ غارؓ دے

رسم و رہِ غنیؓ ملے جذبِ دلِ علیؓ ملے ‖ آنکھ میں ہو حیا بھری ہاتھ میں ذوالفقار دے

رعب سے تھرتھرا اُٹھے گنبدِ قصرِ قیصری ‖ پیرو چار یارؓ کو صولتِ چار یارؓ دے

کاش فضا میں پھر اُڑے پرچمِ طلحہؓ و زبیرؓ ‖ سعدؓ کے عزم و شان کا نقشہ ذرا اُتار دے

ہم ہیں سعیدؓ کے غلام صاحبِ حق ہیں لاکلام ‖ صورتِ ابنِ عوفؓ ہمیں لطف سے پھر سنوار دے

حضرتِ بوعبیدہؓ کا تقویٰ و زہد ہو عطا ‖ مثلِ معاویہؓ وہی شوکت و اقتدار دے

دیدۂ کفر کو دکھا برّشِ تیغِ خالدی ‖ اُمّتِ مصطفیٰؐ کو پھر ہمدمیٔ ضرارؓ دے

عرصۂ کارزار میں گرمیٔ کارزار ہے ‖ مثلِ اسامہؓ جری پھر کوئی شہسوار دے

جب کبھی وقت آپڑے معرکۂ جہاد کا ‖ لشکرِ حق شعار کو ہیبتِ کردگار دے

قلبِ اثر کی ہے دعا کاش یہ بے اثر نہ ہو
جامِ مئے جہاد سے چشم کو پھر خمار دے